

کفر کے شبہ میں قتل

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ... قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَأَذْرَكْتُ رَجُلًا فَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَطَعَنْتُهُ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَقَتَلْتُهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ قَالَ: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟ فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ قَالَ: فَقَالَ سَعْدُ: وَأَنَا وَاللَّهِ لَا أَقْتُلُ مُسْلِمًا حَتَّى يَقْتُلَهُ ذُو الْبُطَيْنِ يَعْنِي أُسَامَةَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ (وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ)؟ فَقَالَ سَعْدُ: قَدْ قَاتَلْنَا حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَأَنْتَ وَأَصْحَابُكَ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتَّى تَكُونَ فِتْنَةً.

حضرت اسامہ بن زید نے... بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک جنگی مہم پر بھیجا۔ ہم نے جہینہ کے حرقات پر صبح دم حملہ کیا۔ میں نے (اس میں) ایک آدمی کو پالیا تو اس نے لا الہ

اللہ کہہ دیا، پھر میں نے اسے نیزہ مار کر قتل کر دیا۔ یہ بات میرے دل میں اٹک گئی۔ پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، اس نے یہ بات اسلحہ کے خوف کی وجہ سے کہی تھی۔ آپ نے فرمایا: تم نے اس کا دل کیوں نہیں چیر لیا تاکہ تم جان لیتے کہ اس نے (اسلحہ کے ڈر سے) کہا ہے کہ نہیں؟ آپ یہ بات مجھ پر دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت سعد نے کہا: بخدا، میں کسی مسلمان کو قتل نہیں کروں گا، یہاں تک اسے ذوالبطین، یعنی حضرت اسامہ نہ قتل کریں۔ ایک آدمی نے کہا: کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا: ”ان سے قتال کرو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لیے ہو جائے۔“ حضرت سعد نے کہا: ہم نے تو اسی لیے جنگ کی ہے کہ فتنہ باقی نہ رہے اور تم اور تمہارے ساتھی اس لیے جنگ کرنا چاہتے ہیں کہ فتنہ پیدا ہو۔

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ بْنِ حَارِثَةَ يُحَدِّثُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحَرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ وَطَعَنَتْهُ بِرُمْحَى حَتَّى قَتَلْتُهُ قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: يَا أُسَامَةُ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا قَالَ: فَقَالَ: أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ: فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ.

حضرت اسامہ بن زید حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہینہ کے حرقہ کی طرف بھیجا۔ ہم نے اس قوم پر صبح دم حملہ کیا اور انھیں شکست دے دی۔ میری اور ایک انصاری

کی ان کے ایک آدمی سے ڈبھٹھڑ ہوئی۔ جب ہم اس پر چھا گئے تو اس نے کہا: لا الہ الا اللہ۔ انصاری نے ہاتھ روک لیا اور میں نے اپنا نیزہ اس میں گھونپ دیا، یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ جب ہم واپس آئے تو یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔ آپ نے مجھ سے کہا: اے اسامہ، تم نے اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اسے قتل کر دیا؟ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ، وہ تو اپنی جان بچا رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے پھر فرمایا: تم نے اس کے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد اسے قتل کر دیا؟ کہتے ہیں کہ آپ یہ بات مجھ پر بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔

لغوی مباحث

صَبَحْنَا: اہل لغت اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں: نَحْمُوا عَلَيْهِمْ صَبَاحًا قَبْلَ ان يَشْعُرُوا بِهِمْ 'انھوں نے ان پر صبح دم حملہ کیا، اس سے پہلے کہ انھیں اس کا شعور ہو' (فتح الباری ۱۲/۱۹۵)۔ یعنی یہ فعل صبح دم یا رات کے آخری حصے میں حملہ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

الْحُرَقَاتُ مِنْ جُھَيْنَةَ: جہینہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ ان کا علاقہ بطن نخل کے پیچھے بیان کیا گیا ہے۔ اہل مغازی نے بیان کیا ہے کہ ان کی طرف غالب بن عبد اللہ بن لیث کی سرکردگی میں ایک سریہ ۷ھ کے رمضان میں بھیجا گیا تھا۔ بخاری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سالار اسامہ تھے، لیکن یہ بات روایات ہی سے معلوم ہو جاتی ہے کہ صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید کی سورہ توبہ کے حکم کے تحت اگر یہ مہم بھیجی گئی تھی تو ۷ھ کی بات محل نظر ہے۔ بظاہر روایت میں واقعات کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہم سورہ توبہ کے حکم کی تعمیل کی نوعیت کی تھی، اس لیے کہ اقدامی مہمات اس کے بعد ہی بھیجی گئی ہیں۔

مسلم ہی میں 'الْحُرَقَات' کے بجائے 'الْحُرَقَه' واحد بھی آیا ہے۔ اس جمع کی دو توجیہات کی گئی ہیں: ایک یہ کہ یہ مبالغے کے لیے ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے جہینہ قبیلہ کی گوتیں مراد ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ کسی جنگ میں اس قبیلہ نے مقتولین کو جلا دیا تھا، اس سے ان کا یہ نام پڑ گیا ہے۔

رَجُلًا: وہ آدمی جسے مار دیا گیا ہے، اس کا نام ان روایات میں مرقوم نہیں ہے۔ صاحب 'عمدة القاری' نے (۲۷۲/۱۷) بیان کیا ہے کہ اس مقتول کا نام مرداس تھا۔

معنی

اس روایت کا بنیادی موضوع وہی ہے جو پچھلی روایت میں زیر بحث آچکا ہے۔ مراد یہ ہے کہ کسی مسلمان کی جان لینا جائز نہیں ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری ایمان سے بھی جان کو یہ امان حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ عذر بھی قابل قبول نہیں ہے کہ اظہار ایمان کی وجہ کوئی خوف یا مفاد تھا۔ یہ بات بھی ان روایات میں بیان ہو گئی ہے کہ فیصلہ ظاہر پر ہوگا باطن کی تحقیق نہیں کی جائے گا۔ یہ وہ نکات ہیں جو پچھلی روایت میں زیر بحث آچکے ہیں۔

اس روایت کے حوالے سے وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس قتل کو ناحق قرار دینے کے باوجود قصاص یا دیت یا کفارے کا معاملہ کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کے مختلف جواب دیے گئے ہیں:

ایک جواب یہ ہے کہ حضرت اسامہ نے اس اصول پر اس آدمی کو قتل کیا کہ قوت دیکھنے کے بعد ایمان کا فائدہ نہیں ہے۔ اس کی دلیل میں سورہ مؤمن کی یہ آیت بھی نقل کی گئی ہے: **فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ لِمَا رَأَوْا بَأْسَنَا**، ”جب انھوں نے ہماری قوت دیکھ لی تو ان کا ایمان ان کے لیے نافع نہ ہوا“ (۸۵:۴۰)۔ سوال یہ ہے کہ یہ آخرت کے نفع کو بتا رہی ہے یا دنیا کے قانون کو؟ اس آیت کے سیاق و سباق سے واضح ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی نفی کے مضمون کی حامل ہے۔ اس کا کوئی تعلق انسانوں کی جانب سے کارروائی سے نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس مہم میں جو لوگ کارروائی کرنے کے لیے گئے تھے، ان کو اصولاً قتل کرنے کا حق حاصل تھا۔ چنانچہ اس اقدام میں اگر وہ کوئی رائے اختیار کرتے اور اس کے مطابق کسی کی جان لے لیتے ہیں تو یہ کارروائی قتل ناحق کی کارروائی نہیں ہے کہ اس پر دیت اور قصاص کا قانون لاگو ہو۔ یہ ایسے ہی ہے کہ طبیب کے علاج سے کوئی آدمی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تو یہ طبیب قصاص و دیت کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔

تیسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں اس طرح کے قتل کا معاملہ زیر بحث آیا ہے اور اس میں دیت و قصاص یا کفارے کا حکم بیان نہیں ہوا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَيَّبُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَيَّبُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ

”اے ایمان والو، جب تم خدا کی راہ میں نکلو تو معاملہ واضح کر لیا کرو۔ وہ شخص جو تمہیں السلام علیکم کہے، اسے دنیا حاصل کرنے کی غرض سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو، کیونکہ اللہ کے پاس بہت ساری نعمتیں ہیں۔ اس سے پہلے تم بھی انہی کی طرح تھے۔ پھر اللہ نے تم پر اپنا

بِمَا تَعْمَلُونَ خَيْرًا. (النساء: ۹۴) فضل کیا۔ تم پر واضح رہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس سے پوری طرح واقف ہے۔“

بظاہر یہی بات قرین قیاس لگتی ہے کہ یہ تنبیہ کا بیان ہے اور قرآن کی ہدایت کے تحت ہے کہ ایمان کے اظہار کے بعد ہر آدمی مامون ہے، اس تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ ایمان حقیقی ہے یا نہیں۔ لیکن اگر جنگ کے مراحل میں غلطی ہو جائے تو اس پر کوئی قانونی کارروائی نہیں ہے، اس لیے کہ یہ معمول کے حالات میں ہونے والا قتل کا معاملہ نہیں ہے۔ اس روایت سے کچھ اور مسائل بھی مستنبط کیے گئے ہیں۔ قتل مرتد کی بحث میں بھی یہ روایت پیش کی گئی ہے اور دارالسلام میں کسی غیر مسلم کے قتل کے حوالے سے بھی یہ روایت زیر بحث لائی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک روایت کا اصل مدعا وہی ہے جس کی ہم نے وضاحت کر دی ہے۔

متون

اس روایت کے متون میں واقعہ کے یہی اجزاء بیان ہوئے ہیں جو زیر بحث روایت میں مذکور ہیں۔ البتہ ان متون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک بات پہلے پہنچ گئی تھی اور بعض متون سے یہ کہ ان صاحب نے خود اپنی خلش بیان کی تھی۔ دونوں باتیں بیک وقت درست بھی ہو سکتی ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بات ہی ٹھیک ہو۔ اس صورت میں سے صحیح کہا ہے؟ یہ طے کرنے کے لیے متون سے کوئی قرآن نہیں ملتے۔ اگر راویوں کے حوالے سے ترجیح قائم کی جائے تو زیادہ قوی روایت کو ترجیح دی جائے گی، لیکن اس طرح کے معاملات میں یہ بھی کوئی حتمی قرینہ نہیں ہے۔ مزید یہ کہ امام مسلم کے متون میں دونوں پہلو بیان ہوئے ہیں۔ اس سے یہ واضح ہے کہ دونوں متون کے راوی قوی ہیں۔ اس سے یہ نکتہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قوی راوی بھی فہم واقعہ میں مختلف ہو جاتے ہیں۔

کتابیات

مسلم، رقم ۹۶۔ بخاری، ۶۴۷۸۔ ابو داؤد، رقم ۲۶۴۳۔ احمد، رقم ۲۱۷۹۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۱۵۰، ۲۸۹۳۲، ۳۳۰۹۹، ۳۶۶۳۱۔ السنن الکبریٰ، رقم ۸۵۹۴، ۸۵۹۵۔ ابن حبان، رقم ۴۷۵۱۔ سنن بیہقی، رقم ۱۵۶۲۳۔ الجمع بین الصحیحین، رقم ۲۸۰۶۔